Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:3-4 (1979)

ہندو یہودی مذہبی رسوم میں مماثلت

تاریخ کے پس منظر میں

میجر محمد حامد اے ای سی
ترجمہ شاہد حسین جیلانی ایڈووکیٹ

نوع انسانی کی تاریخ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہنے کی تاریخ ہے۔ ہزاروں برس پیشتر، جب انسانی آبادی مختصر اور وسائل وافر تھے، لوگ کثیر تعداد میں ایک مقام سے دوسرے پر منتقل ہوتے۔ اگر نیا علاقہ ان کی پسند کا ہوتا، وہ وہاں پڑاؤ ڈالتے اور گذر بسر کرتے۔ قومی سرحدیں جو آج کل کے زمانہ میں افراد پر بھی رکاوٹیں عائد کرتی ہیں ان دنوں اتنی سختی سے حائل نہ تھیں۔ اگر تاریخ قدیم میں دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص نقل انسانی کے اس مسئلہ پر غور کرنا اور مختلف اقوام کے اصل ارض لوم کا پتہ لگانا چاہے تو اسے یہ کام پہاڑ جتنا بوجھل معلوم ہوتا ہے اور اس کی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ اقوام عالم کی اصل و ابتدا کی تلاش کے ضمن میں ایک مسئلہ آریوں یا ہندوستان کے براہمنوں کے اصل مسکن کا مسئلہ ہے۔ آئیں ہم مختلف شواہد یک جا کریں اور دیکھیں آیا زمانہ قدیم کے یہودیوں سے ان کا کوئی رشتہ و تعلق ہے۔

پرانے وقتوں میں لوگوں کے کئی گروہ جنوب ایشیائی برصغیر میں آتے رہے ہیں۔ اور خواہ وہ تاجروں یا حملہ آوروں کی حیثیت سے آئے، انہوں نے یہاں سکونت اختیار کر لی۔ جب ہم سامی صنمیات پر نگاہ ڈالیں اور اس کا ہندی دیو مالا اور قصص سے موازنہ کریں تو ہمیں دونوں میں بہت سی مشابہت نظر آتی ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سانپ کی پوجا قدیم ہندوستان اور بابل دونوں میں کی جاتی تھی۔ درج ذیل اقتباس[1] واضح طور پر ذکر کرتا ہے۔

یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ موسیٰ کے قبائل سانپ کو مقدس سمجھتے تھے، کہ کانسی کا سانپ یہوواہ کی علامت تھا جیسے شاہان اسرائیل کے زمانے میں بچھڑا BULL یہ علامت بنا رہا۔ اور ممکن ہے یہوواہ خود ابتدا میں ناگ دیوتا ہو۔

بنی اسرائیل کے لئے قرآن میں تین مختلف مقامات پر یہود کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ کسی دوسرے لفظ کا اختصار نہیں، کیونکہ یہ عربوں کا رواج نہیں۔ لفظ ہود کا استعمال صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ عرب اس قوم کو ایک شخص ہود کی آل اولاد سمجھتے تھے۔ خود قرآن میں لفظ ہود اسم معرفہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ دوسری طرف ہماری نظر ایک ایک نسلی گروہ - اوڈ - پر جاتی ہے جو بڑا محنتی اور مشقت پیشہ ہے۔ ان کی عورتیں تک زیر تعمیر مکانات اور مختلف ٹھیکوں پر مزدوروں کے طور پر کام کرتی ہیں۔ یہ ایک پرانی نسل ہے جو نامعلوم زمانوں سے سندھ اور راجپوتانہ کے علاقوں میں رہتی چلی آ رہی ہے۔ ان کی اپنی لوک کہانیاں اور بہادری کے قصے سامی مزاج رکھتے ہیں۔ وہ دوسری قوموں سے بیاہ شادی نہیں کرتے۔ ان کی بولی کے بعض الفاظ دو ہزار قبل مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہود، اوڈ اور اوو ڈ ایک ہی لفظ کی مختلف اشکال ہیں۔ آریائی اور دراوڑی زبانوں میں "د" سے "ڈ" بن جاتا ہے۔ لہذا ہم یہ مفروضہ قائم کرتے ہیں کہ اوڈ دراصل قدیم اسرائیلی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے پیروکار نمرود کے ظلم و تعدی سے تنگ آ کر بابل سے نکل بھاگے اور ان علاقوں میں آ کر آباد ہو گئے جو افغانستان، ایران اور پاکستان کے جغرافیائی نام رکھتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت موسیٰؑ کے پیروکار بھی ان علاقوں میں آباد ہو گئے۔ اور حضرت سلیمان کے تجارتی جہاز ان علاقوں کی بندرگاہوں میں مال لاتے لے جاتے رہے۔ اس طرح ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اسرائیلی قبائل اور گروہ، تاریخ کی طلوع سحر سے، جنوب ایشیائی برصغیر میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔

حمورابی HAMMURABI جسے اہل مغرب دنیا کو پہلا ضابطہ قوانین 2000 B.C. دینے والا سمجھتے ہیں، تحقیق کی روشنی میں منو MANU کا پیش رو معلوم ہوتا ہے۔ دونوں کے زمانے میں دو ہزار برس کا فرق ہے۔ تاہم یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ حمورابی کا ضابطہ قوانین اور منو سمرتی CODE OF MANU میں گہری مماثلت ہے۔ بنابریں ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ منو کا تیار کردہ ضابطہ قوانین، حمورابی کے ضابطہ قوانین سے نیز پرانی اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے۔

ہندوستان اور اسرائیل میں بہت سی لوک کہانیاں اور تاریخی قصے LEGENDS ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس عجیب و غریب اتفاق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اڈالف لوڈز ADOLPH LODS لکھتا ہے:۔

صحیفہ ایوبؑ THE BOOK OF JOB کے لئے اہم جس عبقری شاعر کے ممنون ہیں اس نے ایک ایسا مضمون قلم بند کیا جو اسرائیلی بلکہ بین الاقوامی لوک کہانیوں پر مبنی ہے۔ بلاشبہ ایوب اور اس کے دوستوں کو غیر ملکی "مشرقی" یا EDOMITES قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ایوبؑ کی روئیداد ایک ہندوستانی قصے (LEGEND) کی یاد دلاتی ہے۔ یہ قصہ راجہ ہریش چندر کا ہے جو ایک دیوتا کی رقابت (JEALOUSY) یا جادوگروں میں باہمی مقابلہ کے باعث افتاد ابتلاء کا نشانہ بنا لیکن تمام مصائب صبر و استقامت سے جھیلنے کے بعد بالآخر دیوتاؤں کی نگاہ کرم سے وہ سب کچھ دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو وہ کھو چکا تھا۔[۲]

مختلف ہندوستانی اور اسرائیلی دیوی دیوتاؤں کے اوصاف و کمالات میں نہ صرف گہری مشابہت ہے بلکہ بعض اوقات ان کے نام تک ایک جیسے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں قوموں میں آپس میں گہرا تاریخی رابطہ رہا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آریہ بابل کی راج دھانی میں بھی پہنچے۔ کیمبرج قدیمی تاریخ THE CABRIDGE ANCIENT HISTORY مرتب کرنے والے مصنفین کی یہی رائے ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ دو ہزار قبل مسیح سے کچھ پیشتر آریہ آموں دریا (OXUS کے راستے (MEDIA) میں داخل ہوئے اور بابل کی سامی بادشاہت کی مشرقی سرحدوں پر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ یہ بابل وہی شہر ہے جہاں کبھی مقنن حمورابی اور اس کے جانشین حکمران رہے۔ آریوں کے بعد حطیوں (HITTITES) نے ۱۹۲۶ قبل مسیح کے لگ بھگ بابل کو تاخت و تاراج کیا اور لوٹ مار کا سامان لے کر دور افتادہ اناطولیہ کو لوٹ گئے۔ اجڑی راجدھانی کو بعد ازاں (KASSITES) نے دبوچ لیا اور (GANDASH) کی سرداری میں (ZIGRAS) میں پھیل کر بابل میں حکومت قائم کی جو چھ صدیاں برقرار رہی۔ ادھر دیگر آریہ قبائل مزید شمال میں (MESOPOTAMIA) میں داخل ہو گئے۔ جہاں (KABUR) اور (BALIBH) کے علاقہ میں بالآخر (MITAMNI) ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ جس کی باگ ڈور ایک شاہی خاندان اور گھڑ سوار اشرافیہ (ARISTOCRACY) موسومہ (KARSI) کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ جیسا کہ ہمیں آمرنا عہد (AMARNA AGE) کے خط پیکاں (CUNEIFORM) کی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے، اندر (INDRA) (VARUNA) اور توام (NASATYA TWINS) (THE ASVINS) دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔

مذکورہ تالیف میں ایک اور مقام پر ہمیں درج ذیل بیان بھی ملتا ہے :-

ہندوستانی (INDO-IRANIAN) اور ایرانی و ہندی (INDIAN) دیوتاؤں میں سے جن کے ساتھ (BAGHAZ KEUI) حطی (HATTI) روشناس تھے ان میں (VARUNA) اندرا (INDRA) اور متھرا (MITHRA) قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر ایک ہم عصر نام کے تحت مصر میں بھی جلوہ گر ہے۔ شاید یہاں یہ بھی ذکر ہو جانا چاہیئے کہ ونکلیر (WINCKLER) کے مطابق حطیوں (HATTI) نے جن (MARIANNI) کا ذکر کیا ہے وہ دراصل وہی ذات (CASTE) یا جاتی (CLASS) ہیں جو ویدک VEDIC MARYA "NOBLE" کہلاتے تھے۔ تاہم ونکلیر کا خیال محل نظر ہے (۴)

" اگرچہ ہندی دیوتا (VARUNA) اپنی اخلاقی صفات میں اسرائیلی یہوواہ (YEHOVEH) سے کسی دوسرے ہم عصر دیوتا کے مقابلے میں زیادہ گہری مماثلت رکھتا ہے تاہم عبرانی فکر (HEBREW THOUGHT) نے انسان اور خدا کے درمیان اخلاقی اور روحانی رشتوں کو بڑھوتری (DEVELOPMENT) دیتے ہوئے ایک ایسا رنگ اختیار کیا ہے جو ہندوستان میں (VARUNA) اور اس کی پرستش سے متعلق رسم و ریت سے جداگانہ ہے۔ اسرائیل میں خدا اور انسان کے درمیان اخلاقی اور روحانی رشتہ مضبوط ہو گیا جبکہ ہندوستان میں اپنے بندے سے خدا کی بے نیازی بڑھتی گئی حتیٰ کہ (VARUNA) محض ایک غیر شخصی (IMPERSONAL) دیوتا رہ گیا۔ پھر (VARUNA) کے مقابلے میں اندر دیوتا (INDRA) کو زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی اور وہ قومی دیوتا بن گیا جو اپنی صفات کے اعتبار سے (HESEF-HADDU-BALL) کے انداز کا جنگ اور طوفان کا دیوتا ہو گیا۔ یہ انداز فلسطین میں معروف تھا اور اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعد ازاں جب ادھر ہندوستان میں ورنا (VARUNA) کا زوال آیا تو دوسری جنگ اسرائیلی پیغمبر بعل کے مقابلہ میں یہوواہ کی اہمیت میں اضافہ کرتے چلے گئے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے ان دونوں دیوتاؤں کو (ADDU) کے سانچے میں اور پڑوسی مذہب کے رنگ میں ڈھالتے چلے گئے۔ ایسے رجحانات اسرائیل کی تاریخ کا ایک خاصہ ہیں (۵)

اخلاقی زوال اور اس کی مذہبی پاسداری (SANCTION)

یہودیوں کا اخلاقی انحطاط جس کا ذکر قرآن میں بھی کئی جگہ آیا ہے، اس درجہ کو پہنچ گیا کہ وہ اپنے پیغمبروں سے

کبیرہ گناہ منسوب کرتے میں بھی جھجک محسوس نہ کرتے۔ خود اسرائیلی قوم کی اخلاقی پستی اس درجہ کی ہو چکی تھی کہ وہ اپنی بدکرداری، ہوس رانی اور جرائم پروری کی حمایت و سرپرستی میں دینی کتب سے حجت لانے میں عار محسوس نہ کرتے۔ مذہبی رنڈی (RELIGIOUS PROSTITUTION) کا تصور ہی لے لیجئے۔ جس کا متبادل ادارہ ہندوؤں میں "دیو داسیوں" کی شکل میں موجود ہے۔ ہر شخص کو ان سے گھن آتی ہے مگر حیرت ہے کہ قدیم یہودیوں اور ہندوؤں میں اسے بالکل روا اور جائز سمجھا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں خدائے بزرگ و برتر کی "منتخبہ امت" (CHOSEN PEOPLE OF GOD) کا جو حال تھا، اس کے بارے میں اڈالف لوڈز (ADOLPH LODS) کی زبانی سن لیجئے

"جہاں تک خدا اور اس کے عبادت گزاروں (WORSHIPERS) میں جنسی تعلقات کا تصور ہے مذہبی قحبہ خانوں (TEMPLE PROSTITUTION) کا رواج اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سامی نسل لوگوں کے زرعی مذاہب (AGRICULTURAL RELIGIONS) میں یہ کس وسیع پیمانے پر موجود رہا ہے۔"(۲)

"THE RELIGION OF ISRAEL" کا مصنف اسرائیلیوں میں مذہبی قحبہ گری (RELIGIOUS PROSTITUTION) رائج قرار دیتے ہوئے کہتا ہے :۔

"مذہبی قحبہ گری اکثر و بیشتر زرخیزی کی دیویوں (GODDESSES OF FERTILITY) کی پرستش سے وابستہ رہی لیکن یہ ناممکنات میں سے ہے کہ ان نظریات کی تحریک علم الاصنام (MYTHOLOGY) سے ہوئی ہو کیونکہ یہ بات فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ خدائی اخلاق (MORALITY OF GOD) آخر انسانی اخلاق ہی کا عکس ہوتے ہیں۔ لہٰذا زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ مذہبی قحبہ گری کسی قدیم مذہبی روایت کا نتیجہ ہے۔ یعنی جب تک لوگوں کی عائلی زندگی منظم نہ ہو پائی وہ احتیاج و ضرورت کے اس پرانے دستور پر کاربند رہے۔"(۳)

یہودی اپنی بدکاریوں کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اپنے مذہبی رہنماؤں کی نجی زندگیوں کی گھناؤنی تصویریں پیش کرتے۔ یہی حال ہندوؤں کا ہے۔ یہودیوں کی اخلاقی حالت کے بارے میں "انسائیکلوپیڈیا مذہب و اخلاق" سے درج ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

" (JUDAH) کی تاریخ کم و بیش مکمل طور پر حضرت یعقوبؑ کے بیٹے سے وابستہ ہے جسے غلط یا

صحیح طور پر اس ملک کا بانی مبانی سمجھا جاتا ہے۔ تمر (TAMAR) نامی عورت سے اس شخص کے تعلقات اس زمانہ کے رسم و رواج عیاں کرتے ہیں۔ اور پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف عبرانی (HEBREWS) بلکہ ان کے فلسطینی ہم وطن کیسی عبادات و رواجات رکھتے تھے۔ تمر ایک (GLDESHAH) کے رنگ ڈھنگ سے (ENAIM) کے دروازہ پر بیٹھ گئی تاکہ (JUDAH) اس تک آئے۔ تمر اور (JUDAH) کی کہانی جس طرح بیان کی جاتی ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فلسطین میں نیک چلنی (CHASTITY) کم از کم مردوں میں قریب قریب مفقود تھی۔ جس زمانہ کی بات ہو رہی ہے اس وقت (ASTARTE) دیوی کی پوجا کی جاتی تھی اور بعض مندر کی حدود میں جنسیات سے لبریز (LASCIVIOUS RITES) رسومات ادا کی جاتیں۔ جس سے قدرتی طور پر مردوں اور عورتوں میں بے راہ روی (LOOSENESS) زور پکڑتی۔ مندر کی کسبیاں (PROSTITUTES) اپنی آمدنی یہوواہ کی نذر کر دیتیں۔ بعد کے وقتوں میں کسبیوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی کہ ان کے لئے ایک جداگانہ منڈی قائم کرنا پڑی۔

کہا جاتا ہے کہ (ABBA ARIKA) پروہت (RAB) جب بھی (DARDESHIR) سے ملنے جاتا تو عام منادی (PROCLAMATION) کر دی جاتی آیا پروہت کے قیام کے دوران کوئی عورت اس کی بیوی بننے کی خواہاں ہے۔ اسی طرح کا اعلان پروہت (RAB NACHMAN) کے حق میں کیا جاتا جب بھی وہ (SHECHAN ZIB) کے پاس آتا۔ مقررہ مدت کے لئے یہ شادیاں ممکن ہے ان پروہتوں کے ضمیر کو مطمئن کر دیتی ہوں تاہم وہ یہ ظاہر نہیں کرتیں کہ وہ نیک چلنی (CHASTITY) کو اہمیت دیتے تھے بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اپنی ہوس رانی کے لئے ایک ایسی آڑ پیدا کر لی تھی جسے وہ شرعاً جائز (LEGAL) سمجھتے تھے۔ یروشلم کی تباہی کے وقت زانیوں (ADULTERERS) کی تعداد اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ پروہت (RABI JAHANAN) نے "کڑوا پانی" (BITTER WATER) پلانے کی رسم ترک کر دی۔ یہودیوں کی تاریخ کے یہ واقعات یہودیوں میں پاک دامنی (CHASTITY) کی صورت حال صاف طور پر واضح کر دیتے ہیں۔(۵)

آیئے اب اس بات کا جائزہ لیں کہ ہندو اپنے مندروں میں کیا کرتے رہے ہیں۔ ہم براہمنوں کے جسمانی تلذذ کا مشاہدہ کرتے ہیں جو یہودیوں کی تاریخ کے آخری ادوار میں ان کا مابہ الامتیاز بن چکی تھی۔ ہندوستان میں ہندوؤں

کی صورت حال کے بارے میں درج ذیل بیان ملاحظہ فرمائیے۔

"مندروں میں چڑھاوے دینے والوں (SACRIFICERS) کے بعد سب سے زیادہ اہم لوگ ناچنے والی لڑکیاں ہوتی ہیں جو اپنے آپ کو دیوداسیاں کہتی ہیں۔ دیوداسی کے لغوی معانی دیوتاؤں کے نوکر (SERVANTS) یا غلام (SLAVES) ہوتے ہیں۔ لیکن عوام الناس کی پھوہڑ زبان میں ان کا نام رنڈیاں (STRUMPETS) تھا۔ ان کا پیشہ حقیقت میں ان سے اس بات کا متوقع ہے کہ وہ ہر ذات پات کے ہر شخص کو گلے لگانے (EMBRACES) کے لئے تیار ہوں۔ اور اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں وہ صرف براہمنوں کی لذت آرائی (GRATIFICATION) کے لئے مقصود تھیں مگر اب وہ اس بات کی پابند ہیں کہ ان سے جو کوئی فیض یاب ہونا چاہے اسے اس کا موقع فراہم کریں۔

یہ ان خواتین کی حالت ہے جو ہندی دیوتاؤں کی پرستش کے لئے خاص طور پہ مامور ہیں۔ انہیں فراہم کرنے کا اہتمام تقریباً ہر چھوٹے بڑے مندر میں کیا جاتا ہے۔ جہاں ان کی تعداد آٹھ یا بارہ یا زیادہ ہوتی ہے مندر میں وہ ناچتی ہیں۔ ناچ کے دوران کلاسیکی انداز ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ تاہم مذہبی رقص میں بھی ان کی حرکات بے باکی سے خالی نہیں ہوتی۔ موسیقی میں وہ اور بھی کھل جاتی ہیں اور دیوتاؤں کی زندگی کے کسی واقعہ سے متعلق ان کے گیت عریاں قسم کے ہوتے ہیں۔"(۹)

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں کرک (CROOK) اپنے ایک مضمون بعنوان "ہندوستان میں قحبہ گری" میں دیوداسیوں کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہے:۔

"مارواڑ (ہندوستان) میں ناچ اور پیشہ کرنے والی لڑکیوں کا ایک طبقہ ہے جسے بھگتن یا بھگتنی کے معنی خیز نام سے یاد کرتے ہیں بھگتن یا بھگتنی کے لغوی معانی بھگت یا درویش کی بیوی" ہوتے ہیں۔

اس طبقہ کا دستور یہ ہے کہ نوجوان ہونے پہ یہ اپنی بیٹی کا ظاہری طور پہ ایک شخص سے بیاہ کر دیتے ہیں اور پھر اسے دھندے پر لگا دیتے ہیں۔ بن بیاہی لڑکی سے پیشہ کرانا یہ لوگ گناہ سمجھتے ہیں۔ شادی سے پہلے کسی قسم کی سگائی نہیں ہوتی اور شادی جب ہوتی ہے تو آناً فاناً اور وہ بھی کسی سادھو سے جو پھیرے کرا اپنی بیاہتا سے ہر قسم کا تعلق منقطع رکھتا ہے۔ اگر سادھو دستیاب نہ ہو تو پھر ہندی دیوتا گنیش کی مورتی کے گرد

پیرے لگائے"(۱۰) جاتے ہیں (ملاحظہ مردم شماری رپورٹ مارواڑ ۱۸۹۱، جودھپور ۱۸۹۴، ۲، ۱۲۴)۔

دیوداسیوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈبوئس (DUBOIS) لکھتا ہے:

"ان لڑکیوں کو بیاہ شادی اور دیگر سنجیدہ خانگی تقریبات پر بلایا جاتا ہے حالانکہ سب کو علم ہوتا ہے کہ یہ کیا دھندا کرتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں بچپن سے بے حیائی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان میں کچھ لڑکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو باعزت گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کسی ایسی ماں کے ہاں جنم لیا ہوتا ہے جس نے اولاد کے چاؤ یا ایام زچگی عافیت سے گذر جانے کی تمنا میں یہ سوگند اٹھائی ہو کہ اگر اس کے ہاں لڑکی ہوئی تو وہ لڑکی کو مندر کی سیوا کے لئے عطیتہً دے گی۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ سنگ دل مائیں اپنی بچیوں کو گناہ اور بے حیائی کی زندگی کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے باعزت شوہروں کی مرضی اور اجازت سے وقف کرتی ہیں۔"

"مندر میں مذہبی فرائض کی ادائیگی کے عوض میں دیو داسی کو ایک معینہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ مگر چونکہ تنخواہ بہت قلیل ہوتی ہے وہ اس میں اضافہ کے لئے تن فروشی کرتی ہے"(۱۱)

"مندر گناہ و معصیت کے ٹھکانے ہیں جہاں شہوت پرست برہمن بلا روک ٹوک اپنی غلیظ خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ ڈبوئس DUBOIS مندروں کی اندرونی حالت کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے:۔

"شاید ہی ایسا کوئی مندر ہوگا جہاں کسی ایسے دیوتا یا دیوی کی مورتی نہ ہو جس کے بارے میں یہ دعویٰ نہ کیا جاتا ہو کہ وہ عورتوں میں بانجھ پن دور کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اور بعض مندر ایسے ہیں جو اس سلسلہ میں بے مثال شہرت کے مالک ہیں مثلاً کرناٹک میں تروپتی کا مندر جہاں عورتوں کے غول کے غول جاتے ہیں کہ دیوتا وینکٹیشورم (VENKATESWARM) انہیں اولاد دے۔ وینکٹیشورم دراصل وشنو VISHNO ہی کا ایک نام ہے۔ اس مندر میں پہنچنے پر عورتیں اپنی یاترا (PILGRIMAGE) کا مقصد مندر کے نگران برہمن سے عرض کر دیتی ہیں۔ وہ انہیں مشورہ دیتا ہے کہ مندر میں جگ رتا کاٹیں شاید دیوتا کو ان کی حالت پر رحم آجائے اور ان کی امید بر آئے۔ میں اس عیارانہ مشورہ کے نتائج پر سے پردہ نہیں اٹھانا چاہتا۔ قاری خود ہی اندازہ لگا سکتا ہے"(۱۲)

جہاں تک اخلاقی پستی اور لذت کوشی کا تعلق ہے ہندو اور یہودی دونوں قومیں ایک دوسرے سے

بڑھ چڑھ کر ہیں۔ حقیقت میں بدچلن برہمن اور ہوس پسند ربی (RABBI) ایک ہی سکہ کے دو رُخ ہیں۔ جب ہم ہندوؤں کے مندروں کے حالات پڑھتے ہیں تو ہمیں اسی قسم کے واقعات اسرائیلیوں میں یاد آجاتے ہیں جن کا ذکر ہیروڈوٹس (HERODOTUS) نے کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے" ملک کی ہر عورت کو اپنی زندگی میں ایک دفعہ (APHRODITE) دیوی کے مندر کی حدود میں بیٹھنا اور کسی نہ کسی اجنبی مرد سے جنسی اختلاط کرنا پڑتا ہے سبھی طبقوں کی عورتوں کو ایسا کرنا پڑتا تھا کہ ان عورتوں کو بھی جو امراء کے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ عورتیں اپنے سروں پر تاگے کا ایک گول لپیٹ دے لیتی اور سیدھی قطاریں بنا کر اس طرح بیٹھ جاتیں کہ مندر میں آنے والے مردوں کو ان کی صفوں کے درمیان میں سے گزرنا پڑتا۔ مرد گزرتے وقت اپنا انتخاب کر لیتے جس کا اظہار کرنے کے لئے وہ اپنی پسند کی عورت کی جھولی میں چاندی کا ایک سکہ پھینکتے۔ اس کے بعد وہ عورت اٹھتی اور انتخاب کرنے والی مرد کے پیچھے پیچھے ہو لیتی جو دیوی مائی لتا (MYLITTA) کے نام پر سپردگی کا مطالبہ کرتا۔"

یہ صورت حال لذت پرستی کی اس کیفیت کو ظاہر کرتی ہے جب جرائم خوبیاں (VIRTUES) بن جاتے ہیں اور بدچلنی کو روحانی پاکیزگی کا نام دیا جاتا ہے۔ معاشرے میں جرائم کا دور دورہ اسی مقام STAGE پر لاکھڑا کرتا ہے۔ ہندوؤں اور یہودیوں کے معاشروں کے عام اخلاقی معیاروں کی بآسانی سمجھ آجاتی ہے۔ ان کی بداعمالیوں کے تفصیلی ذکر کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں گی۔ میں نے صرف چند ایک برائیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بت پرستی

فلسطین میں آباد ہونے کے بعد اسرائیلیوں نے یہوواہ اور بالآخر دوسرے دیوتاؤں کے خط و خال میں تبدیلیاں لانا شروع کیں۔ بلاشبہ اس سلسلہ میں فلسطینی لوگوں کے نظریات ان پر اثر انداز ہوئے اور اسرائیلی اپنے عبادت خانوں میں اور نجی طور پر یہوواہ اور دیگر دیوتاؤں کی باقاعدہ پوجا پاٹ کرنے لگے۔ شمالی بادشاہت کے عظیم عبادت گھروں مثلاً بلتھل (BELTHEL) اور ڈان (DAN) اور شاید سمریہ (SAMARIA) میں یہوواہ (JAHWEH) کو ایک طلائی بچھڑا بنا کر اس کی پوجا شروع

کردی گئی۔ بادشاہوں کے صحیفہ (BOOK OF KINGS) کے مصنف نے جرمانی کو ساتویں قبل مسیح کے پیغمبروں کے زاویہ نظر سے دیکھتا ہے، بت پرستی کے ان اقدامات کو (JEROBOAM) کی اپج (INNOVATIONS) قرار دیا ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ یہ اقدامات ان نظریات کے مسدبت تھے جو دسویں قبل مسیح میں یہوواہ مت (JAHWISM) پر چھائے ہوئے تھے۔ (ELIJAH) یا (ELISHA) کو اور نہ ہی (AMOS) کو جو آٹھویں صدی قبل مسیح میں گزرے طلائی بچھڑوں کی پوجا کی مذمت کرنے کا خیال آیا (JUDAH) کی بادشاہت میں کانسی کے ایک ناگ (A BRAZEN SERPENT) کی بھی پرستش ہوتی رہی جس کے بارے میں یہ غلط دعویٰ کیا جاتا تھا کہ اُسے حضرت موسٰے نے بنایا تھا۔ ناگ کے بت پر نذرانے قربانی دینے کا سلسلہ بھی جاری رہا حتیٰ کہ حذقیہ (HEZEKIAH) نے اسے توڑ دیا۔ پورے ملک میں بت ہی بت تھے (EZEKIEL) نے جس کا زمانہ ۵۹۲ ق۔م ہے ایک دیوتائے رقابت (JEALOUSY) کا ذکر کیا ہے جس کا بت مندر میں رکھا گیا (GAZER) اور (TAANACH) میں (ASTARTE) دیوی کے متعدد چھوٹے چھوٹے بت اسرائیلی ملبہ (DEBRIS) میں دستیاب ہوئے ہیں۔

ایم اے شیرنگ (SHERRING) کا اندازہ ہے کہ بنارس کے شہر میں ۱۴۵۴ مندر تھے اور بتوں کی تو بات ہی کیا ہے ان کی تعداد شہر کی آبادی سے دوگناہ ہوگی۔ شاید پانچ لاکھ ہو یا شاید اس سے بھی زیادہ۔ شیرنگ کے خیال میں ہندوؤں کے لئے بت پرستی ایک خاص کشش رکھتی ہے یوں کہنا چاہیئے کہ یہ اس کا سانس، اس کی روح کی غذا اور اس دنیا اور اگلی دنیا میں اس کی امیدوں کی بنیاد[۱۲] ہندوؤں کی کتابات مقدسہ میں بت پرستی کا ذکر موجود ہے۔ یہ بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں بت موجود تھے اور اس دعویٰ کے ثبوت میں RUDRA کے بت کا جس پہ رنگ کیا ہوا ہے اور VARUNA کے بت کا جس نے طلائی زرہ پہن رکھی ہے، ذکر کیا جاتا ہے رگ وید II XXXIII 9 IXXV

۱۳ II. V. ۱۸۷۱ ء میں ۱۵ در اصل سنسکرت زبان میں جلد پنجم مطبوعہ ۱۸۷۲ء صفحہ ۴۵۳)

کئی کتابوں (مثلاً منو کے قوانین جلد چہارم، صفحات ۳۹، ۱۳۰، جلد ہشتم ص ۸۰) میں مجسموں کا ذکر موجود ہے اور ان کے گرد طواف کرنے کے قواعد تحریر ہیں نیز مجسموں کی پرچھائیں پہ قدم رکھنے سے منع کیا گیا ہے

اور ان کے سامنے سوگندھ لینے کے قواعد قلم بند کئے گئے ہیں۔ مہابھارت میں جس سے منو کے قوانین کا گہرا تعلق ہے بت پرستی کا واضح ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۴)

سانپ کی پوجا

مختلف دیوی دیوتاؤں میں جن کی ہندوستان میں بھرمار ہے، سانپ بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ رگ وید میں جن (NOXIOUS) جانوروں کا ذکر ہے، ان میں ناگ سب سے زیادہ اہم ہے (DEMON VRITRA) شیطان صفت ورترا اسی کے روپ میں دکھلایا گیا ہے۔ بعد کے ویدوں میں سانپوں کا ذکر ایک نیم خدائی طبقہ کے طور پر کیا گیا ہے اور شوترا (SUTRAS) میں انہیں صدقے (OFFERINGS) پیش کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ شوترا ہی میں ہم ایسے ناگوں کا پہلی دفعہ ذکر دیکھتے ہیں جو ہیں تو سانپ مگر انسانی شکل و صورت رکھتے ہیں۔ یجروید میں جو رگ وید سے بعد کے زمانہ کی کتاب ہے سانپ پوجا کا مسلک (CULT) موجود ہے۔ میکس ملر (MAX MULLER) اس نظریہ سے اتفاق نہیں کرتا کہ آریاؤں نے سانپ پوجا کا مسلک ہندوستان میں آ کر اس کے قدیم باشندوں کے زیر اثر اختیار کیا۔ وہ کہتا ہے: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سانپ کو دیوتا ماننے کے نظریہ کی ابتدا ویدوں سے ہوئی۔ سانپوں میں بعد کی تبدیلیاں (DEVELOPMENT) اور ان کو قربانی یا نذرانے پیش کرنے کی رسومات، جیسا کہ ڈاکٹر ونٹرنز (WINTERNITZ) نے واضح کیا ہے پورے طور پر آریائی ہیں اور تساہل پسندوں کا یہ نظر اختیار کرنے کے لئے بالکل کوئی جواز نہیں کہ ہندوستانی مذہب میں جو بات وحشیانہ نظر آئے اسے اس ملک کے قدیم باشندوں سے جن کے بارے میں ہم کچھ بھی نہیں جانتے (۱۷) منسوب کر دیا جائے۔

E.W. HOPKINS کی رائے ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں سانپ پوجا نہ صرف معلوم تھی بلکہ اچھی طرح رائج تھی۔ وہ رگ وید XI ، 9 VIII ، ۶ ، ۷ کا حوالہ دیتا ہے جہاں اس کا ذکر درختوں (۱۸) کی پوجا کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مہابھارت میں ڈھیروں لوک روایات (FOLK TRADITION) کے ساتھ دیوتائی (DIVINE) سانپوں کو دیگر آسمانی طاقتوں (CELESTIAL POWERS) کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔ (۱۹)

DUBOIS نے سانپ پوجا کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ سانپ مارنا ایک سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔ مدراس میں عوام کا نظریہ ہے کہ سانپ براہمن ہوتا ہے۔ ڈبائز کہتا ہے۔ وشنو VISHNO کو ماننے والوں میں بھی جانوروں کو مقدس سمجھا جاتا ہے ان میں بندر 'GARUDA' اور ناگ (COBRA) قابل ذکر ہیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک جانور کو بھولے سے بھی ہلاک یا زخمی کر بیٹھے تو اس کی خیر نہیں۔ مذہبی نظریہ کے مطابق اسے اپنے جرم کی پاداش میں پاوادام PAVADAM کی قربانی دینا چاہیئے جو تپسیا کی ایک انتہائی شکل ہے۔[۲۰]

سانپ پوجا کا رواج ہندوستان کے تمام علاقوں میں پھیلا ہوا ہے۔ سانپوں کے تہوار بھی منائے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور شمالی ہندوستان میں ناگ پنچمی، اور جنوبی ہندوستان میں ناگرا پنچمی (NAGRA PANCHAMI) ہے جو ہر سال ساون کے مہینہ کی پانچویں تاریخ منعقد کئے جاتے ہیں۔ موسم باراں میں میلے کا انعقاد شاید اس بات کی دلیل ہے کہ سانپ کو بارش کا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ مدراس میں سبرا لمنیا (SUBRALMANYA) کے مقام پر ایک پرانا مندر ہے جو جنوبی ہندوستان میں سانپ پوجا کا ایک بڑا مرکز ہے[۲۱] بہر حال ناگ پنچمی کے موقع پر سانپوں کے بلوں پر پھول اور خوشبو میں دودھ بھی انڈیلا جاتا ہے۔[۲۲]

سانپ کا مسلک (CULT) یہودیوں میں قدیم زمانوں سے پایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں (KENNETT) کی تحریر ملاحظہ کریں جو "مذہب اور اخلاقیات کے انسائیکلو پیڈیا بزبان انگریزی میں کشتی (ARK) کے عنوان کے تحت شائع ہوئی :۔

"یروشلم میں یہواہ (JEHWAH) کا ایک مجسمہ (IMAGE) تھا جس پر نذرانے گذارے جاتے تھے۔ یہ بت کانسی کا ایک فرشتہ (SERAPH) تھا۔ بت کی مزید شناخت کے لئے ذکر کر دینا چاہیئے کہ اسے "کانسی سانپ" بھی کہتے ہیں۔

حزقیہ (HEZEKIAH) کے زمانہ میں عام خیال کیا جاتا تھا کہ یہ بت حضرت موسیٰ کے زمانہ کا بنا ہوا ہے۔ وہ روایات جو "پہلا طلائی بچھڑے" اور کانسی کا سانپ نامی مجسموں کو بنانے کے اقدامات بھی علی الترتیب ہارون اور موسیٰ سے منسوب کرتی ہیں اس اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں کہ ان روایات کے

سب سے ضروری عنصر۔ یعنی کہ بت بنائے جاتے تھے۔ کا بت شکن احکامات (ICONOCLASTIC COMMANDMENTS) کے بعد سلامت رہنا، ظاہر کرتا ہے کہ خود روایات کس قدر گہری جڑیں رکھتی ہیں اور اگر جیساکہ آج عام طور پر تسلیم کیا جائے گا، مذکورہ روایت بعد کے زمانہ کی طرف سے ایک ایسی چیز کی اصل ابتدا کی توضیح کی کوشش ہے جو بت شکن قانون سے ٹکراتی ہوئی نظر آتی ہے اور اگر کانسی کا سانپ واقعی ایک ایسا مجسمہ تھا جو موسیٰ کے زمانے سے یا کم از کم ان دنوں سے جب اسرائیل نے فلسطین کو فتح کیا تھا، چلا آ رہا تھا، تو یہ قیاس بالکل معقول ہے کہ کانسی کے سانپ کی تاریخ تابوت (ARK) کی تاریخ سے چولی دامن (IDENTICAL) کا ساتھ رکھتی ہے۔ لیکن اگر کانسی کا سانپ" فی الواقعہ اسرائیلی تاریخ کے اتنے پرانے دور میں موجود تھا (اور بہت سی روایات اس کی تائید کرتی ہیں)، تو پھر یا تو (PHILISTINES) اسے تابوت (ARK) کے ساتھ اٹھالے گئے ہوں گے یا پھر ان پروہتوں (PRIESTS) نے جو (SHILOH) سے بھاگ کر (NOB) پہنچ گئے تھے اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیا ہو۔ موخرالذکر امکان کے حق میں معمولی سا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ غالباً ہم یہ قیاس کرنے میں حق بجانب ہیں کہ تابوت (ARK) اور کانسی کے سانپ نے زمانے کے اتار چڑھاؤ ایک ساتھ دیکھے یا دیگر الفاظ میں کانسی کا سانپ دراصل تابوت (ARK) کے اندر ہوتا تھا۔ اس قیاس کے بعد ہم فوراً اس قابل ہو جاتے ہیں کہ کانسی کا سانپ حزقیہ (HEZEKIAH) کے زمانہ میں موجود تھا اور کہ (JOSHUA) سموئیل اور بادشاہوں سے متعلق انجیل کے ابواب میں (ARK) کا ذکر احترام کے ساتھ کیوں کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ اگر اصلاح پسند پارٹی بت شکنی کے جذبہ کے تحت حزقیہ کے زمانے میں کانسی کے سانپ" کو توڑ دیتی تو (ARK) کا بھی یہی حشر ہوتا بشرطیکہ سانپ اسی میں رکھا ہوا تھا۔(۲۳)

مکلوچ (MACCULOCH) بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، جس وقت وہ یہ کہتا ہے کنعان میں کانسی اور مٹی کے بنائے ہوئے نیز حقیقی سانپوں کے سر دستیاب ہوئے ہیں۔ ان اثری (ARCHAEOLOGICAL FINDS) شہادتوں سے یہی سمجھ آتی ہے کہ قدیم اسرائیل میں سانپ پوجا کا مسلک (CULT) رائج تھا۔ عربوں میں ویسے بھی سانپوں اور اژدہوں (DRAGONS) کے بارے میں عجیب نظریات ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کنوؤں میں رہتے ہیں اور انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ پانی دیں یا روک لیں۔ شام میں جشموں

کے نام سانپوں کے ناموں پہ رکھے جاتے ہیں۔ یا جیسا کہ پامیرا میں خیال پایا جاتا ہے مادہ سانپ چشمہ میں رہتی ہے اور اس کی روانی روک سکتی ہے۔ (۲۴)

FRAZER زوال آدم (FALL) کی کہانی کو موت کی ابتدا سے متعلق قصوں (MYTHS) سے منسلک کرتا ہے۔ اس کی رائے کے مطابق کہانی کی ابتدائی شکل میں دو درخت تھے، ایک زندگی کا دوسرا موت کا۔ خدا چاہتا تھا کہ آدم پہلے درخت کا پھل کھائے اور اس طرح غیر فانی ہو جائے۔ مگر آدم نے سانپ کے بہکاوے میں آکر دوسرے درخت کا پھل کھا لیا اور اس طرح ابدی زندگی سے ہاتھ دھو لیے۔ سانپ نے زندگی کے درخت کا پھل کھا لیا لہٰذا ہمیشہ زندہ رہتا ہے (۲۵)

انسانی قربانی

پورے قدیم سامی انسانی قربانیوں کا ذکر آتا ہے۔ حتیٰ کہ انجیل اسحٰق کی سوختنی قربانی (BURNT - OFFERING) کی مثال پیش کرتی ہے جو اگرچہ قرآن میں ذکر کی گئی اصل حقیقت کے برعکس ہے تاہم یہ مثال اس زمانے پہ چھائی ہوئی روایات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اسحٰق کی قربانی سے متعلق انجیل کے بیان کا یہاں ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے :۔

"اور ان واقعات کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابراہیم کو آزمایا اور کہا "ابراہیم" اور اس نے جواب دیا "دیکھ میں حاضر ہوں۔ اور خدا نے کہا "اب تم اپنے بیٹے اکلوتے بیٹے اسحٰق کو لے جاؤ اور (MORIAH) کے ملک میں جاؤ وہاں تم اسے ایک ایسے پہاڑ پر جس کی نشان دہی میں کروں گا سوختنی قربانی کے طور پہ پیش کرو"۔ اور ابراہیم تڑکے تڑکے جاگا، اپنے گدھے پر گدی ڈالی اپنے دونوں جوانوں اور بیٹے اسحٰق کو ساتھ لیا اور سوختنی قربانی کے لیے درکار لکڑی کاٹی اور اٹھ کر اس مقام کی سمت ہو لیا جس کی خدا نے نشان دہی کی تھی۔ سفر کے تیسرے دن ابراہیم نے نگاہیں اٹھائیں تو اسے وہ جگہ دور نظر آئی اور ابراہیم نے اپنے جوانوں سے کہا تم یہاں گدھے کے ساتھ ٹھہرو۔ اور میں اور لڑکا ادھر جائیں گے۔ عبادت کریں گے اور پھر تمہارے پاس لوٹ آئیں گے اور ابراہیم نے لکڑی کا ایندھن اٹھایا اور اپنے فرزند اسحٰق پر لاد دیا۔ ابراہیم نے اپنے ہاتھ میں آگ اور ایک چاقو لے لیا۔ دونوں باپ بیٹا اکٹھے

چل پڑے۔ اور اسحٰق اپنے باپ ابراہیم سے ہمکلام ہوا۔ "میرے ابا" اس نے کہا میں یہ رہا، میرے بیٹے۔" اسحٰق نے کہا "دیکھو! آگ اور لکڑی! لیکن سوختنی قربانی کے لئے مینڈھا کہاں ہے؟ ابراہیم نے کہا "میرے بیٹے۔ سوختنی قربانی کے لئے خدا اپنے واسطے مینڈھے کا انتظام خود کرے گا۔ پس وہ دونوں اکٹھے چلتے رہے۔ اور اس جگہ پہنچ گئے جس کا خدا نے اسے اشارہ کیا تھا۔ ابراہیم نے وہاں ایک قربان گاہ (ALTAR) بنائی اور ایندھن ڈھنگ سے لگایا اور اپنے بیٹے اسحٰق کو جکڑا اور قربان گاہ پر ایندھن کے اوپر لٹا دیا۔ پھر ابراہیم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے چاقو اٹھایا۔ خدا کے فرشتے نے اسے آسمان میں سے آواز دی اور پکارا "ابراہیم! ابراہیم!!" اور اس نے جواب دیا "یہ رہا ہوں"۔ فرشتے نے کہا "لڑکے پر اپنا ہاتھ مت رکھو۔ نہ اسے کچھ کرو۔ کیونکہ اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم خدا سے ڈرتے ہو۔ تم نے اپنے بیٹے سے بھی دریغ نہیں کیا، اکلوتے بیٹے سے! اور ابراہیم نے آنکھیں بلند کیں اور دیکھا۔ اور پھر اس کی نظر اپنے پچھواڑے ایک مینڈھے پر گئی جس کے سینگ ایک جھاڑی میں الجھے ہوئے تھے۔ ابراہیم گیا اور مینڈھے کو قابو کر لیا۔ پھر اپنے بیٹے کی جگہ اسے بطور سوختنی قربانی نذر کیا۔"(۲۶)

یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ ان دنوں انسانی قربانی کی روایات لوگوں پر چھائی ہوئی تھیں۔ اگرچہ یہ واقعہ اصل حقیقت کے جس کا قرآن میں ذکر ہے برعکس ہے تاہم یہ ہمیں عبرانی ادب میں قربانی کے بارے میں روائتی تصورات سے مطلع کرتا ہے۔ ENCY. OF RELIGION AND ETHICS عبرانیوں (HEBREWS) میں انسانی قربانی کے رواج کے بارے میں بتلاتا ہے :۔

HEIL نے اپنے دو بیٹوں پر (JERICHO) شہر دوبارہ تعمیر کیا۔ یہ لڑکے کام کے متعینہ مرحلوں پر بھینٹ چڑھائے گئے جیسا کہ (MEGIDDO) اور دوسری جگہوں پر کیا گیا۔

سلطنت کے بٹوارے پر شمالی شاخ اور جنوبی خاص طور پر (AHAZ) اور (MANASSEH) میں بچوں کو آگ میں ڈال کر بلیدان (SACRIFICED) کیا۔ یرمیہ (JEREMIAH) کے زمانے تک اس رسم کے لئے ایک خاص جگہ (GE BEN HINNOM) مقرر ہو چکی تھی ...... مذکورہ بالا سچے واقعات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ عبرانیوں (HEBREWS) میں انسانی قربانی کا رواج موجود تھا۔(۲۷)

آئیں اب دیکھیں کہ انسانی قربانی کے بارے میں قدیم ہندو روایات کیا ہیں اور یہودی روایات سے کیسے مشابہت رکھتی ہیں۔ اس مضمون پر مواد کی کمی نہیں تاہم یہاں چند مثالوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ساتھ ہندو مذہبی کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ پرانی روایات ثقہ اور مستند ہیں۔

رگ وید سے متعلق AITAREYA BRAHMANA (VII, 3-18) میں بیان کیا گیا ہے کہ کیسے ایک بادشاہ نے پانی کے دیوتا VARUNA سے عہد کیا کہ اگر اس کے ہاں اولاد نرینہ ہوئی تو وہ اپنا پہلا لڑکا، اس کے نام پر بلیدان کر دے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے ہاں لڑکا ہو گیا لیکن اب راجہ کی ہمت جواب دے گئی اور اس نے اپنا حلف فراموش کر دیا۔ شہزادہ جوان ہوا تو اسے باپ کے حلف کا پتہ چلا۔ اس پر وہ بڑا فکر مند ہوا۔ اسے خیال آیا کہ دیوتا اسے ضرور سزا دے گا لہٰذا وہ گھر سے بھاگ گیا۔ راجہ نے اپنی دوہری مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک براہمن کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ اپنا بیٹا راجہ کو فروخت کر دے اور راجہ اسے بلیدان کر دے۔ چنانچہ براہمن زادے کو چتا پر جکڑ کر باندھ دیا گیا اور قریب تھا کہ آگ میں بھسم ہو جاتا مگر اس نے کچھ آیات SACRED VERSES پڑھیں جس پر دیگر دیوتاؤں نے مداخلت کر کے اس کی جان بچائی۔

یہاں یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ اسی طرح کی رسم ہندو عورتوں میں ۱۹ ویں صدی میں بھی رائج تھی وہ اولاد کی آرزو میں گنگا دیوی سے عہد کرتیں کہ اپنا پہلوئی کا بچہ اس کی نذر کریں گی۔ انسانی قربانی کی ایک اور قسم پرش میدھا (PURUSA MEDHA) تھی۔ اس رسم میں جو تمام مخلوقات (CREATED BEINGS) پر شکتی (SUPREMACY) حاصل کرنے کے لئے کی جاتی، گیارہ انسان اور گیارہ گائیں ہتیہ (قربان) کی جاتیں۔ یہ رسم یجروید (WAITE YAJUR VEDA) میں بیان کی گئی ہے جس میں (VAJASANEYA SAMHITA) کی ابتدا ایسے شلوک (VERSES) سے ہوتی ہے جو انسانی قربانی کے وقت پڑھے جاتے۔

ہندو کتابوں میں مختلف دیوتاؤں کے نام لے کر بتایا گیا ہے کہ کس کے نام پر کسی قسم کا انسان بھینٹ دینا چاہیئے۔ مثلاً برہما (BRAHMA) کے لئے براہمن، راگ دیوتا کے لئے گویا، اور دریاؤں

کے دیوتا کے لئے مچھرا (VII - ۱) مزید تفاصیل (۴ - III) اور ست پا تھا براہمنہ (SATAPATHA BRAHMANAS) (۶ - III x) نیز سنکھیانا (SANKHAYAWA) (۱.۰۶ XVI) اور (VAITANA SRAUTA SUTRAS) - ۱ - XXXVII میں فراہم ہوتی ہیں پرانوں (PURANAS) اور تنترا (TANTRAS) میں جو بہت پرانے وقتوں کی یادگار ہیں ایک اور رسم کا کئی جگہ ذکر آیا ہے جس میں انسانی قربانی دی جاتی تھی یہ رسم نربلی (NARABALI) یا انسانی قربانی تھی جو دیوی چنڈلیکا (CHANDIKA) کو دی جاتی تھی - یہ دیوی کالے رنگ کی ڈراؤنی آنکھوں والی اور خون کی پیاسی (SANGUINARY) ظاہر کی جاتی ہے۔ اس کے بت کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا ہار ہوتا ہے جو خون سے لت پت ظاہر کی جاتی ہے دیوی کے ایک ہاتھ میں انسانی کھوپڑی اور دوسرے میں خنجر ہوتا ہے۔ کالیکا پرانا (KALIKA PURANA) میں کہا گیا ہے کہ :

" اگر پوری رسومات مقررہ کے ساتھ انسانی قربانی دی جائے تو ریوی (REVI) یعنی چنڈیکا دیوی ایک ہزار برس کے لئے اور تین آدمیوں کی قربانی سے ایک لاکھ برس مطمئن رہتی ہے۔ انسانی گوشت سے دیوی KAMAKHAYA کا شوہر BHAIRAVA تین ہزار برس مطمئن رہتا ہے۔ قربانی کے وقت جو خون بہتا ہے اس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ فوراً ہی (AMBROSIA) بن جاتا ہے۔ اور چونکہ انسانی سر اور گوشت مرغوب غذائیں ہیں اس لئے دیوی کی پوجا کے وقت انہیں پیش کرنا چاہیئے۔ عقل و فہم کے مالک آدمی اس پر یہ فقرہ اضافہ کریں گے کہ گوشت بالوں سے پاک صاف ہونا چاہیئے ۔

انسانی قربانی کوئی زمانہ قبل از تاریخ کی بات نہیں۔ وہ زمانہ حال تک ہوتی رہی ہیں بلکہ بیسویں صدی میں چھٹی دھائی اور ساتویں دھائی میں بھی ایسے واقعات ہوئے۔ دو عیسائی راہبہ کو بھینٹ چڑھانے کا واقعہ تو بالکل حال ہی میں ہوا اور اس واقعہ کو ہندوستانی اخبارات نے تفصیل سے شائع بھی کیا جس کی رو سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کچھ لوگوں نے ان دو عورتوں کو پکڑ لیا اور ان کے سر قلم کر کے کسی دیوی کو نذر کئے تاکہ اس کا غضب ٹھنڈا ہو۔ اسی طرح ۱۷ ویں صدی میں کوچ بہار کے راجہ انم نرائن نے ایک

موقع پر اکٹھے ڈیڑھ سو آدمیوں کو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر کے ہلاک کر دیا۔ ۱۸۲۸ میں کپتان کلائیو نے لکھا کہ میواڑ کا رانا دریائے ماہی عبور کرنے سے پیشتر بلاناغہ ایک آدمی کی قربانی [۲۸] دیا کرتا تھا۔ جس کا گلہ کاٹ کر لاش دریا میں پھینک دی جاتی تھی۔ قربانی ایک خاص قبیلہ کے آدمیوں کی دی جاتی تھی۔ ۱۸۴۴ میں SLEEMAN رقم طراز ہے کہ وسطیٰ صوبہ (C.P.) میں ایک راجہ سال میں ایک [۲۹] براہمن کی قربانی دیا کرتا تھا N. CHEVAR نے ۱۸۵۴ میں جو REPORT ON MEDICAL JURISPRUDENCE لکھی اس میں سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:۔

"یہ باور کرنے کے لئے خاص وجوہات ہیں کہ ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا ضلع ہوگا جہاں انسانی قربانی نہیں دی جاتی۔ یہ قربانی بعض اوقات مذہبی رسم کے طور پر بھی نہیں دی جاتی"

جس کسی کے دل میں تھوڑا سا رحم ہے، اسے یہ پڑھ کر صدمہ ہوگا۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ یہی دونوں قومیں یعنی ہندو اور اسرائیلی اپنے آپ کو دنیا بھر میں امن، انسانیت، سلامتی (PACIFISM) اور اخلاق کا سب سے زیادہ پرچارک ظاہر کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنی قومی زندگی میں قصابوں کی طرح عمل پیرا رہے ہیں اور نسل کشی کے کئی پروگراموں کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔ بایں ہمہ وہ اپنے آپ کو نوع انسانی کا نجات دہندہ ظاہر کرتے ہیں۔

تاریخی پس منظر

ہندوستانی اسرائیل کے ساتھ اپنے تاریخی روابط جتانے کے ہمیشہ مشتاق رہے ہیں۔ ایک ممتاز مورخ پروفیسر H.D SANKALI نے کہا ہے کہ مغربی ایشیا کے ساتھ ہندوستان کے تعلقات ۱۶ سو قبل مسیح کے پرانے زمانے میں بھی تھے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ ۱۶۰۰ ق۔م اور ۷۰۰ ق۔م کے درمیان نرمدا NARMADA کے کنارے اور پورے مالوا MALWA کی تہذیب کے بارے میں حالیہ کھدائی کاری (EXCAVATIONS) نے معلومات فراہم کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا کسی طریقہ پر مغربی ایشیا کی تہذیب سے تعلق تھا۔ [۳۰]

بنارس یونیورسٹی کے ڈاکٹر پران ناتھ نے ۱۹۳۵ء میں ILLUSTRATED WEEKLY OF INDIA میں

مضامین کا ایک سلسلہ قلم بند کیا جس میں اہل علم نے گہری دلچسپی لی تھی۔ ڈاکٹر پران ناتھ نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ رگ وید سمیریوں کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور ہندوستانی تہذیب سے کہیں زیادہ پرانا ہے۔ سمیری (SUMERIAN) لوگوں کا اصل وطن وہ شمالی ہندوستان بتلا کر یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان سے مصر گئے اور اشیائے کوچک وغیرہ میں بڑی بستیاں قائم کیں۔ سنسکرت زبان کو وہ سمیری، شامی اور بابلی زبانوں سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ اور رگ وید کو کسی پرانی سمیری تحریر کا ترجمہ سمجھتے ہیں۔ ان کی رائے میں ہندوستان کی براہمن تہذیب بنیادی طور پر قدیم مصری اور شامی تہذیب ہے۔ اور کہ رگ وید میں کئی پرانی سمیری بستیوں کے نام، نیز ایرانی آریوں اور بابل کے سامی النسل لوگوں کے درمیان لڑی گئی مختلف جنگوں کا ذکر موجود ہے۔

ڈاکٹر پران ناتھ کا خیال ہے کہ رگ وید کا کم از کم ۱/۵ حصہ وادی نیل کی تحریروں سے ماخوذ ہے جس سے وہ یہ نتیجہ بھی اخذ کرتے ہیں اور زمانہ قبل از تاریخ کے مصری اپنی اصل اور نسل کے اعتبار سے آریہ تھے۔ رگ وید کی زبان پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ جب فاضل پنڈتوں نے اس کا ترجمہ کیا وہ اسے غلطی سے پرانی ہندوستانی مذہبی کتاب سمجھنے لگے اور مختلف سمیری اور مصری الفاظ کو سنسکرت گرامر کے قواعد کے تحت ترجمہ میں ڈھالا۔ اس طرح آریہ تاریخ کا غلط مفہوم نکالا گیا۔ اپنے آخری مضمون میں ڈاکٹر پران ناتھ نے ہندوستانی عقائد کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی اصل بھی مصری اور بابلی عقائد و تصورات پر مبنی ہے۔

تاہم دونوں ملکوں میں گہرے اتحاد کی اصل جڑ تاریخی یا آثار قدیمہ کے دلائل پر مبنی نہیں اس کے لئے زیادہ گہرائی تک جانے کی ضرورت ہے تاکہ اس چشمہ تک پہنچا جائے جہاں سے مسلمانوں اور اسلام کے لئے نفرت پھوٹ کر نکل رہی ہے۔ جہاں تک اس نفرت کا تعلق ہے دونوں کے جذبات ایک جیسے ہیں۔ ایک مشترکہ دشمن رکھنے کا احساس ہی ان میں واحد رشتہ نہیں۔ وہ اپنے مخصوص نقطہ نظر کے باعث بھی ایک نفسیاتی اتحاد محسوس کرتے رہیں۔

اس خاص پہلو کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر ایچ کے شیروانی لکھتا ہے۔

ایک ہندو کے دل میں دولت سے جس قدر محبت ہوتی ہے وہ بڑی تعجب انگیز بات ہے یہ محبت اس کی تمام زندگی اور خیالات پر بلکہ جب تک وہ مر نہیں جاتا اس کے پورے دل و دماغ پر حکمران رہتی ہے۔ دولت سے اتنی محبت ایک لعنت ہے۔ افراد اور اقوام دونوں کے معاملہ میں اس طرح اقتصادی عدم مساوات پیدا ہوتی ہے جس سے کئی سماجی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اس سے ہندو کی ذہنیت ایک عجیب سانچے میں ڈھل گئی ہے۔ اس کی فکری عادت دنیا بھر سے جداگانہ ہو گئی ہے جسے ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ نہ یورپی اور امریکی سمجھ پاتے ہیں کیونکہ ان کے ممالک میں سوائے یہودیوں کے دولت سے ایسی بے محابا اور اندھی محبت دیکھنے میں نہیں آتی۔

یہودی اور ہندو کئی باتوں میں آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ ان کی ذہنی ساخت ہی کچھ ایسی ہے کہ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ان دونوں قوموں کی روحوں میں باہمی ملاپ اور انس موجود ہے۔ آپ کسی ملک کی انسانی تاریخ کے ڈرامہ میں ہندو کی جگہ یہودی کو رکھ دیں یا یہودی کی جگہ ہندو کو رکھ دیں، قطعاً کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ یہی محسوس ہوگا کہ یہ ایک دوسرے کے پوری طرح متبادل ہیں۔ سود خور یہودی اور سود خور بنیے کے انداز فکر آپس میں اتنے ملتے جلتے ہیں کہ جغرافیائی پس منظر کے ماسوا دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں میں سخت نسلی تعصب پایا جاتا ہے اور اپنے سوا دہ باقی تمام انسانوں کو حقیر اور ملیچھ سمجھتے ہیں۔ دونوں مذہبی قحبہ گری، گائے اور سانپ کی پوجا پر جادو بھری رسومات وغیرہ کے عادی رہے ہیں۔ دونوں نے مذہب کو ناجائز طریقہ پر استعمال کیا اور دینی فرائض نیز اخلاقی قدروں سے بالا ایک ایسا طبقہ بشکل برا ہمن اور پروہت مسلط کر دیا جو اپنی کسی بات کے لئے دوسرے انسانوں کے آگے جواب دہ نہیں۔ ان کی تاریخ نوع انسانی کے خلاف جرائم سے اٹی پڑی ہے بلکہ یہ قیاس کرنا محال ہے آیا کسی دوسری قوم میں جرائم اور شر انگیز کارروائیوں کے لئے اتنی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔

نردیسی۔ چودھری (NIRAD C. CHAVDHARY) نے جو اپنی تصنیف "جادوگرنی کا براعظم" (CONTINENT OF CIRCE) کی بنا پر بہت مشہور ہیں "ہندوستان کی عرب پالیسی

کی تاریخی پس منظر میں وضاحت کی ہے۔ انہوں نے ٹائمز آف انڈیا بمبئی میں ایک مضمون بعنوان "ہندوستان کی عرب پالیسی۔ تاریخی جذبات کا نتیجہ" میں لکھا ہے :۔

میں اس سے کچھ اور زیادہ آگے جاؤں گا اور کہوں گا کہ ہندوستان کی رائے عامہ عام طور پر عربوں کے بجائے اسرائیل کی زیادہ حامی رہی ہے۔ اسرائیل کی فوجی مہارت اور دلیری کے لئے ہندوؤں میں مخلصانہ قدر و منزلت رہی اور عربوں کی پچھاڑ پر اب کچھ اطمینان پایا جاتا ہے۔

"مجھے علم ہے کہ یہ ردعمل مسلم بیزاری کے اس جذبہ کا پیدا کردہ ہے جو ہندو عوام کے دلوں میں پوشیدہ پڑا ہے" ۔ (۳۱)

آخر میں میں ایک عیسائی مبلغ کی تحریر سے اقتباس پیش کرتا ہوں جو ایک مضمون کی شکل میں "THE INTERNATIONAL REVIEW OF MISSIONS" نامی رسالہ میں شائع ہوا۔ یہ اقتباس بڑے قابل تعریف انداز میں ہندوؤں اور یہودیوں میں بنیادی موانست (AFFINITY) کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

ہندو دھرم اور یہودی مذہب (JUDAISM) میں کئی ایسے متوازی پہلو ہیں جو بڑے نمایاں اور اہم نظر آتے ہیں۔ ہندو کے قریب اور یہی حال یہودیوں کا ہے۔ ان کی قوم مقدس (پوتر) ہے کیونکہ ان کا مذہب پرماتما کا دیا ہوا ہے اور ان کا ادب خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنے آپ کو مقدس سمجھتے ہیں لہذا اپنے آپ کو سماجی اور مذہبی طور پر غیر ملکیوں سے جنہیں وہ (GENTILES) اور ملیچھ کہتے ہیں، الگ تھلگ رکھتے ہیں۔ قدیم یہودیوں کی طرح ہندوؤں کے مندروں میں پوجا پاٹ کے مقررہ قوانین ہیں، پروہت طبقہ ہے، جانوروں کی اور ویشنو (VEGETARIAN) قربانیاں ہیں، رسومات، پراتھنا (PRAYER) اور بھجن (PRAISE) ہیں اور مندروں میں ایسے مقدس مقامات ہیں جن میں غیر ملکی داخل نہیں ہو سکتا۔ ادھر یہودی کا موسوی قانون ہے، ادھر ہندو کا دھرم ہے۔ دونوں پیدائش، شادی، موت، خوراک اور طہارت (PURIFICATION) کے قواعد نافذ کرتے ہیں۔ یہودی ماضی کی جانب اپنے پیغمبروں کی جو پیغام خداوندی لے کر آئے، طویل قطار کی طرف نگاہیں جمائے رہتے ہیں۔ تو ہندو اپنے اوتاروں، رشیوں کی طرف جو عہد بہ عہد آئے اور فلسفیانہ نیز

مذہبی سچائی کے پیغامات لائے۔ دونوں قوموں نے اپنے مذاہب کی پرانی قیود پھلانگ کر اپنے دروازے نومذہبوں (PROSELYTES) پر کھولنے کی کوشش کی مگر اسی حد تک کہ انہیں اپنے معاشرہ میں درجہ دوئم کی حیثیت دے دی جیسے ہندوؤں نے بھگتی تحریک کی شکل میں اچھوتوں سے بادی النظر میں فراخدلی کا مظاہرہ کیا۔

حوالہ جات

۱۔ ملاحظہ ہو الفریڈ لائزے کی تصنیف THE RELIGION OF ISRAEL ترجمہ آرتھر گالٹن، مطبوعہ اوزن لنڈن ۱۹۱۰، صفحہ ۶۳۔

۲۔ باب ۷ اور ۸ ۔ (MARKANDEYA PURANA)

(F. EDEN PARGITER) ترجمہ بزبان انگریزی BIBLOTHICA INDICA, THE

M.P. CALCUTTA ASIATIC SOCIETY 1904 صفحات ۳۲، ۵۸،

THE LEGENDS OF THE PUNJAB (مصنف (R.C. TEMPLE)

XXVI 1886 VOL III BOMBAY; LONDON TRUMBER 53-58;

THE RELIGIOUS CEREMONIES AND CUSTOMS OF VARIOUS NATIONS

مصنف BORCHET; ص 283; INDIAN FAIRY TALES مصنف MAIN STOCKES,

مطبوعہ کلکتہ 1879 , 68-72, مطابق حوالہ اڈالف لوڈز THE PROPHETS AND

THE RISE OF JUDAISM ترجمہ بزبان انگریزی S.E. HOOKE مطبوعہ

KEGAN PAUL, لندن 1937 ص 14.

۳۔ ملاحظہ ہو CABRIDGE ANCIENT HISTORY HITTITE EMPIRES TO THE EGYPTIAN جلد دوم مطبوعہ کیمبرج ۱۹۴۰ء صفحہ ۳۱۲۔

۴ - صفحہ ۳۳۱ - ایضاً -

۵ - صفحہ ۴۰۱ - ایضاً -

۶ - ملاحظہ ہو اڈالف لوڈز کی تصنیف کا ترجمہ بزبان انگریزی THE PROPHETS

AND THE RISE OF JUDAISM مترجمہ S.H. HOOK جو KEGON PAUL نے 1937 میں کی

یہاں کا اقتباس صفحہ ۳۷۷ سے ہے -

۷ - ملاحظہ ہو الفریڈ لائزے کی تصنیف THE RELIGION OF ISRAEL

صفحہ ۲۸۸ جس کا ترجمہ بزبان انگریزی ARTHOR GALTON

پبلشر UNWIN لندن اور سال اشاعت ۱۹۱۰ء ہے -

۸ - ملاحظہ ہو بزبان انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس جلد سوم ص ۴۹۸-۴۹۷

۹ - ملاحظہ ہو انگریزی تصنیف PEOPLES OF INDIA کا صفحہ ۴۰۱ - علاوہ ازیں

ملاحظہ ہو DOBOIS HINDU MANNERS

کی تصنیف CUSTOMS AND CEREMONIES AND BEACHAMP مطبوعہ آکسفورڈ صفحہ ۵۸۵

۱۰ - بحوالہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد دہم - صفحہ ۴۰۸ -

۱۱ - ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸۶

۱۲ - صفحہ ۵۹۴ - ایضاً -

۱۳ - دیکھیں ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION AND ETHICS جلد ہفتم صفحہ ۱۳۹ -

۱۴ - دیکھیں E.W. HOPKINS کی تصنیف THE RELIGIONS OF INDIA

مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ ، صفحہ ۳۷۰ -

۱۵ - ملاحظہ ہو CLASSICAL DICTIONARY OF HINDU MYTHOLOGY AND RELIGION

DOWNSON JOHN مطبوعہ ۱۹۲۸ء GEOGRAPHY, HISTORY AND LITERATURE

۱۶۔ ایضاً صفحہ ۳۶۹۔ ویدوں میں وہ بدی کا دیوتا (DEMON) ہے جو خشک سالی اور ناخوشگوار موسم پیدا کرتا ہے۔ آسمان کا دیوتا اندر (INDRA) اس سے مسلسل جنگ کرتا رہتا ہے اسے زیر کرتا اور بارش لاتا ہے۔

۱۷۔ ملاحظہ کریں امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا۔ جلد دوئم۔ آکسفورڈ ۱۹۰۸۔ صفحہ ۲۱۷

CONTRIBUTION TO THE SCIENCE OF MYTHOLOGY

لنڈن ۱۸۹۷ء۔ جلد دوئم۔ صفحہ ۵۹۸ مصنفہ میکس ملر

۱۸۔ ملاحظہ ہو مصنفہ E.W. HOPKINS مطبوعہ BOSTON۔ THE RELIGION OF INDIA

۱۹۔ صفحہ ۲۵۱۔ ایضاً

۲۰۔ DUBOIS صفحہ ۱۱۴۔

۲۱۔ صفحہ ۱۱۵، XXIII جلد INDIA IMPERIAL GAZETEER OF INDIA"

۲۲۔ THE HIMALAYAN DISTRICT OF N.W. FRONTIER PROVINCE OF INDIA
مطبوعہ الٰہ آباد ۱۸۸۴ء جلد دوم صفحہ ۸۵۱۔

۲۳۔ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۷۹۲ ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION & ETHICS

۲۴۔ ۴۰۳، ۱۱ جلد۔ ایضاً۔

۲۵۔ ملاحظہ ہو۔ FOLK-LORE IN THE OW TESTAMENT 1918

مصنفہ F.G. FRAZER مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء صفحہ ۴۵

۲۶۔ ملاحظہ ہو THE HOLY BIBLE مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی۔
پریس ۱۸۸۷ صفحہ ۲۴۔ (باب ۲۲ پیدائش GENESIS آیات ۱۳-۱۰)

۲۷۔ ملاحظہ ہو NCY. OF RELIGION AND ETHICS VOL 6, PAGE 864

۲۸۔ ملاحظہ ہو تصنیف RAMBLES AND RECOLLECTIONS مصنفہ SLEEMAN
مطبوعہ لندن ۱۸۴۴ء

۲۹ - ENCY OF RELIGION AND ETHICS P 851-853

۳۰ - ملاحظہ ہو اخبار ٹائمز آف انڈیا بمبئی مورخہ ۹ نومبر ۱۹۶۷ء جس میں انڈو امریکن سوسائٹی بمبئی کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں کی گئی تقریر بعنوان "BEGINNINGS OF CIVILISATION IN CENTRAL INDIA" شائع کی گئی ہے۔

۳۱ - ملاحظہ ہو روزنامہ ٹائمز آف انڈیا - بمبئی ۱۵ جولائی ۱۹۶۷ء